

ابوالاعلیٰ

ابوالموید

تَفْسِیرِ سُورَةِ

مُحَمَّد

۲۷



بِوَاللّٰهِ

أَمْلُوهُ

تَفْسِيرُ سُورَةِ

مُحَمَّدٍ

٢٧



کیا چاہ

نام | آیت نمبر ۲ کے فقرے **وَأَمِنُوا بِمَا نَزَّلَ عَلَىٰ مُصَدِّقٍ** سے ماخوذ ہے
 مراد یہ ہے کہ یہ وہ سورۃ ہے جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آیا ہے۔ اس
 کے علاوہ اس کا ایک اور مشہور نام در قتال بھی ہے جو آیت **عَنْكَ** کے فقرے
وَذَكَرْنَا فِيهَا الْقِتَالَ سے ماخوذ ہے۔

زمانہ نزول | اس کے مضمین یہ شہادت دیتے ہیں کہ یہ ہجرت کے
 بعد مدینہ طیبہ میں اُس وقت نازل ہوئی تھی جب جنگ کا حکم تو دیا جا چکا تھا
 مگر ابھی جنگ عملاً شروع ہوئی نہ تھی۔ اس کے مفصل دلائل آگے ملاحظہ
 فرمائیں گے۔

تاریخی پس منظر | جس زمانہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے اُس وقت مسرت
 حال یہ تھی کہ مکہ معظمہ میں خاص طور پر اور عرب کی سرزمین میں بالعموم ہر جگہ
 مسلمانوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا اور ان پر عمر منہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا
 مسلمان ہر طرف سے سمٹ کر مدینہ طیبہ کے دارالامان میں جمع ہو گئے تھے،
 مگر کفارِ قریش یہاں بھی ان کو چین سے بیٹھنے دینے کے لیے تیار نہ تھے
 مدینے کی چھوٹی سی بستی ہر طرف سے کفار کے زور میں گھری ہوئی تھی اور
 وہ اسے ٹھادینے پر تلے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے لیے اس حالت میں دوتا
 چارہ کار باقی رہ گئے تھے۔ یا تو وہ دین حق کی دعوت و تبلیغ ہی سے نہیں

بلکہ اس کی پیروی تک سے دست بردار ہو کر جاہلیت کے آگے پیڑ ڈال دیں یا پھر مرنے مارنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور سردھڑکی بازی لگا کر ہمیشہ کے لیے اس امر کا فیصلہ کر دیں کہ عرب کی سرزمین میں اسلام کو رہنا ہے یا جاہلیت کو۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر مسلمانوں کو اُسی عزیمت کی راہ دکھائی جو اہل ایمان کے لیے ایک ہی راہ ہے۔ اُس نے پہلے سورہ حج (آیت ۳۹) میں ان کو جنگ کی اجازت دی، اور پھر سورہ بقرہ (آیت ۱۹۰) میں اس کا حکم دے دیا۔ مگر اُس وقت ہر شخص جانتا تھا کہ ان حالات میں جنگ کے معنی کیا ہیں۔ مدینے میں اہل ایمان کی ایک ٹھنی بھڑ جمیعت تھی جو پورے ایک ہزار مردان جنگی بھی فراہم کرنے کے قابل نہ تھی، اور اس سے کہا جا رہا تھا کہ سارے عرب کی جاہلیت سے ٹکرا جانے کے لیے تلوار لے کر کھڑی ہو جائے پھر لڑائی کے لیے جس سرد سامان کی ضرورت تھی وہ اپنا پیٹ کاٹ کر بھی ایک ایسی بستی مشکل ہی سے فراہم کر سکتی تھی جس کے اندر سینکڑوں بے خانہ نما جراثیمی پوری طرح بے بھی نہ تھے اور چاروں طرف سے اہل عرب نے معاشی مقاطعہ کر کے اُس کی کمر توڑ رکھی تھی۔

موضوع اور مضمون | یہ حالات تھے جن میں یہ سورہ نازل فرمائی گئی۔ اس کا موضوع اہل ایمان کو جنگ کے لیے تیار کرنا اور ان کو اس سلسلہ میں ابتدائی ہدایت دینا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام سورہ قتال بھی رکھا گیا ہے۔ اس میں ترتیب وار حسب ذیل مضامین ارشاد ہوئے ہیں۔

آغاز میں بتایا گیا ہے کہ اس وقت دو گروہوں کے درمیان مقابلہ درپیش ہے۔ ایک گروہ کی پوزیشن یہ ہے کہ وہ حق کو ماننے سے انکار کر چکا ہے اور اللہ کے راستہ میں سید راہ بن کر کھڑا ہو گیا ہے۔ اور دوسرے گروہ کی

پوزیشن یہ ہے کہ وہ اُس حق کو مان گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کا دلو کوک فیصلہ یہ ہے کہ پہلے گروہ کی تمام سعی و عمل کو اس نے رائیگاں کر دیا، اور دوسرے گروہ کے حالات درست کر دیے۔

اس کے بعد مسلمانوں کو ابتدائی جنگی ہدایت دی گئی ہیں۔ ان کو اللہ کی راہ اور رہنمائی کا یقین دلایا گیا ہے۔ ان کو اللہ کی راہ میں قربانیاں کرنے پر بہترین اجر کی امید دلائی گئی ہے۔ اور انہیں اطمینان دلایا گیا ہے کہ راہِ حق میں ان کی کوششیں رائیگاں نہ جائیں گی بلکہ دنیا سے لے کر آخرت تک وہ ان کے اچھے سے اچھا پھل پائیں گے۔

پھر کفار کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ کی تائید و رہنمائی سے محروم ہیں ان کی کوئی تدبیر اہل ایمان کے مقابلے میں کارگر نہ ہوگی اور وہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بہت بُرا انجام دیکھیں گے۔ انہوں نے اللہ کے نبی کو مکہ سے نکال کر یہ سمجھا کہ انہیں بڑی کامیابی نصیب ہوئی ہے، حالانکہ دراصل یہ کام کر کے انہوں نے اپنی تباہی کو خود اپنے اوپر دعوت دے دی۔

اس کے بعد منافقین کی طرف روئے سخن پھرتا ہے جو جنگ کا حکم آنے سے پہلے تو بڑے مسلمان بنے پھرتے تھے، مگر یہ حکم آ جانے کے بعد ان کے ہوش اُڑ گئے تھے اور وہ اپنی منافیت کی فکر میں کفار سے ساز باز کرنے لگے تھے تاکہ اپنے آپ کو جنگ کے خطرات سے بچالیں۔ ان کو صاف صاف خبردار کیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے دین کے معاملہ میں ^{نقوت} اختیار کرنے والوں کا کوئی عمل بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہے۔ یہاں

تو بنیادی سوال جس پر تمام مدعیان ایمان کی آزمائش ہو رہی ہے یہ ہے کہ آدمی حق کے ساتھ ہے یا باطل کے ساتھ؟ اس کی ہمدردیاں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہیں یا کفر اور کفار کے ساتھ؟ وہ اپنی ذات اور اپنے مفاد کو عزیز رکھتا ہے یا اُس حق کو جس پر ایمان لانے کا وہ دعویٰ کر رہا ہے اس آزمائش میں جو شخص کھوٹا نکلتا ہے وہ مومن ہی نہیں ہے، کجا کہ اس کی نماز اور اس کا روزہ اور اس کی زکوٰۃ خدا کے ہاں کسی اجر کی مستحق ہو۔

پھر مسلمانوں کو متعین کی گئی ہے کہ وہ اپنی قلت تعداد اور بے سرو سامانی، اور کفار کی کثرت اور ان کے سرد سامان کی فراوانی دیکھ کر ہمت نہ ہاریں، اُن کے آگے صلح کی پیش کش کر کے کمزوری کا اظہار نہ کریں جس سے اُن کی جراتیں اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں اور زیادہ بڑھ جائیں بلکہ اللہ کے بھروسے پر اٹھیں اور کفر کے اس پہاڑ سے ٹکرا جائیں۔ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ وہی غالب رہیں گے۔ اور یہ پہاڑ ان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا۔

آخر میں مسلمانوں کو انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت دی گئی ہے۔ اگرچہ اُس وقت مسلمانوں کی معاشی حالت بہت تپتی تھی، مگر سامنے مسئلہ یہ درپیش تھا کہ عرب میں اسلام اور مسلمانوں کو زندہ رہنا ہے یا نہیں۔ اس مسئلے کی اہمیت و نزاکت کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمان اپنے آپ کو اور اپنے دین کو کفر کے غلبہ سے بچانے اور اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے اپنی جانیں بھی لڑائیں اور جنگی تیاری میں اپنے مالی وسائل بھی پوری اسکانی حد تک کھپا دیں۔ اس لیے مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ اس وقت جو شخص بھی بخل سے کام لے گا وہ دراصل اللہ کا

کچھ نہ بگاڑے گا بلکہ خود اپنے آپ ہی کو ہلاکت کے خطرے میں ڈال لے گا
اللہ تو انسانوں کا حجاج نہیں ہے۔ اس کے دین کی خاطر قربانیاں دینے
سے ایک گروہ اگر جی چاہے گا تو اللہ اسے ہٹا کر دوسرا گروہ اس کی جگہ
سے آئے گا۔

